امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

افادات امام ابن تیمیہؒ

تلخیص، تہذیب، ترتیب: حکیم شریف حسن صاحب

(امام ابن تیمیہؒ کا ایک رسالہ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے نام سے ہے۔ یہ رسالہ ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ امام صاحب محض مفکر نہ تھے، مجاہد بھی تھے۔ اس لیے ان کی تحریروں سے عملی دشواریوں میں بڑی رہنمائی ملتی ہے۔ ان کا زمانہ اگرچہ آج سے سات سو برس پہلے کا ہے لیکن اس رسالہ میں عنوانِ بالا پر انہوں نے اس طرح بحث کی ہے کہ گویا وہ عصرِ حاضر کے آدمی ہوں۔ آئندہ سطور میں اسی رسالے کے بعض اہم تر مطالب پیش کیے جا رہے ہیں)۔

امر و نہی انسانی وجود کے لوازم میں سے ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو تو انسان خود اپنی ذات پر امر و نہی کا شوق پورا کر لیتا ہے۔ امر کسی کام کی طلب اور چاہت کو کہتے ہیں۔ اور نہی کسی کام کے ترک کی طلب اور چاہت کا نام ہے۔ ان سے معرا انسانی زندگی کا تصور بھی مشکل ہے۔ انہی سے وہ اپنی ذات سے، اور اگر ممکن ہو تو دوسروں سے بھی، کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا متقاضی ہوتا ہے۔ جہاں بھی دو یا دو سے زیادہ آدمی جمع ہوں گے، وہ لازماً ایک دوسرے سے کچھ کرنے یا نہ کرنے کو کہیں گے۔ دو آدمیوں سے جماعت وجود میں آجاتی ہے۔ اور شریعت میں نماز باجماعت کے لیے دو آدمیوں کا موجود ہونا کافی ہے۔ ایک امام دوسرا ماموم۔

جب امر و نہی انسانی وجود کے لوازم میں سے ہے تو جو شخص نہ اس معروف کا حکم دیتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، نہ اُس منکر سے روکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اور نہ اُسے کسی اور طرف سے ہی معروف کے فعل اور منکر سے باز رہنے کو کہا جاتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی فطرت کا تقاضا پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے بلکہ خالقِ فطرت کی حکم عدولی کا مرتکب ہوتا ہے (۵۰-۵۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ (النساء - ۵۹) اولی الامر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہے۔ ان کے دو بڑے طبقات ہیں ---- اربابِ اقتدار اور اہلِ علم وکلام یہ درست ہوں گے تو عامۃ الناس بھی درست ہوں گے۔ ان میں بگاڑ آئے گا تو پورا معاشرہ بگاڑ کی لپیٹ میں آجائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ سے کسی نے پوچھا: مابقاءنا علیٰ ھٰذا الامر۔ یعنی ہمارا یہ نظام کب تک باقی رہے گا؟ فرمایا: ما استقامت لکم ائمتکم ---- جب تک تمہارے (حکمران یا غیر حکمران) رہنما راہِ راست پر قائم رہیں گے۔ اولوالامر کے وسیع مفہوم کی رُو سے ہر وہ شخص جس کے احکام کی پیروی کی جاتی ہو اولوالامر میں شامل ہے۔ خواہ اس کا تعلق ملوک و مشائخ اور سرکاری ملازمین سے ہو یا معاشرے کے عام افراد سے، ہر صاحبِ امر کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اُن کا حکم دے اور جن سے اس نے روکا ہے، ان سے منع کرے۔ اطاعت کرنے والوں اور پیروؤں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی اطاعت میں صاحبِ امر کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی میں صاحبِ امر کا حکم ماننے سے انکار کر دیں۔ (۵۲)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی ان اوصاف بلکہ ایک لحاظ سے خصوصیات میں سے ہے، جن کا ذکر بطورِ خاص قرآن میں آیا ہے فرمایا:

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ

اَلطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف - ۱۵۷)

"وہ انہیں معروف (بھلائی) کا حکم دیتا ہے، منکر (برائی) سے روکتا ہے۔ ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے"

یہ حضورؐ کے کمالِ رسالت کا بیان ہے۔ کیونکہ آپؐ ہی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے ہر معروف کا حکم دیا ہے، ہر منکر سے منع کیا ہے۔ ہر پاک چیز کو حلال اور ہر ناپاک چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ جب کہ بعض انبیاء سابقین کبھی پاک چیزیں بھی حرام کر دیتے تھے (النساء - ۱۶۰) اور کبھی ناپاک چیزیں بھی حرام کی جاتی نہیں (آل عمران ۹۳)۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس اتمام اور کمال کا واضح اعلان قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ فرمایا:

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے" (المائدہ - ۳)

اسی وصف — امر بالمعروف اور نہی عن المنکر — سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت کو متصف کرتے ہوئے فرمایا:

"تم وہ بہترین گروہ ہو جسے انسانوں کی خاطر میدان میں لایا گیا ہے۔ تم معروف کا حکم دیتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (آل عمران - ۱۱۰)

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے معاون و مددگار لوگ ہیں، معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں" (التوبہ - ۷۱)

اسی بات کو حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"تم انسانوں کے لیے بہترین انسان ہو، انہیں بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے لے جا کر بہشت میں داخل کرو گے"

اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ اُمت انسانوں کے لیے سب سے بڑھ کر نفع رساں

اور ان کی سب سے بڑھ کر محسن ہے۔ کیونکہ کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل کی ہے۔ یہ لوگ ہر شخص کو ہر معروف کا حکم دیتے اور ہر منکر سے روکتے ہیں۔ اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کر کے معروف پر مبنی اس نظام کو قائم کرتے ہیں۔ خلقِ خدا کے لیے بہ کمال درجہ کی نفع رسانی اور اس پر عظیم ترین احسان ہے۔ جب کہ دوسری اُمتوں نے نہ ہر شخص کو ہر معروف کا حکم دیا، نہ ہر ایک کو ہر منکر سے روکا، اور نہ اس کی خاطر جہاد کیا۔ جنہوں نے جہاد کیا ان کا جہاد بھی بہت محدود مقاصد کے لیے تھا۔

یہاں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واقع ہونے کی جو خبر دی ہے اس کی شرط یہ نہیں ہے کہ حکم دینے والے کا حکم اور منع کرنے والے کی نہی دُنیا کے ہر مکلّف تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ تو تبلیغ رسالت کے لیے بھی شرط نہیں ہے۔ تو جو چیز اس کے توابع میں سے ہے اس کے لیے کیسے شرط ہو سکتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ مکلفین اس حیثیت میں ہوں اور اس پر قادر ہوں کہ امر و نہی اُن تک پہنچ سکے۔ اس حیثیت میں ہونے کے باوجود اگر وہ اپنی کوتاہی سے ...... ان تک پہنچنے کی سعی نہ کریں جب کہ آمر و ناہی ایسے فریضہ کی ادائیگی کے لیے سرگرمِ عمل ہوں تو اس کے ذمہ دار مکلفین ہوں گے نہ کہ آمر و ناہی۔

یاد رکھنے کے قابل دوسری چیز یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر ایک پر واجب نہیں۔ بلکہ امر کفایہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، معروف کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔" (آل عمران-۱۰۴)

چونکہ اس کام کی تکمیل جہاد سے ہوتی ہے لہٰذا اس کی خاطر جہاد کا بھی یہی حکم ہے یعنی وہ بھی امر کفایہ ہے۔ اگر اس پر مامور لوگ اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کریں گے تو ہر ذی استطاعت اپنی استطاعت کے لحاظ سے گنہگار ہوگا۔ کیونکہ ہر شخص پر اس کا وجوب بھی اس کی طاقت کے بقدر ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"تم میں سے ہر شخص منکر (برائی) کو دیکھے اُس پر یہ لازم ہے کہ اُسے وہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدل دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اُسے اپنی زبان سے بدلنے کی کوشش کرے۔ اگر اس پر بھی قادر نہ ہو، تو اُسے اپنے دل سے بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد کے ذریعے سے اس کی تکمیل ہماری عظیم ترین ذمہ داری ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اس کے سرانجام دینے میں کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے، جو بجائے خود منکر ہو اور جس سے روکنا ضروری ہو جائے۔ یہ کام واجبات کے درجہ کے ہوں یا مستحبات کے درجہ کے، ہر صورت میں یہ لازم ہے کہ اُن کے سرانجام دینے میں فساد کے مقابلہ میں صلاح کا پلڑا بھاری ہو۔ اسی ہدایت کے ساتھ رسولوں کو مبعوث اور کتابوں کو نازل کیا گیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے صلاح ہے۔ اور اس نے ایک سے زیادہ جگہ بات پر صلاح، مصلحین، مومنین اور عملِ صالح کرنے والوں کی تعریف اور مفسدین (بگاڑ پیدا کرنے والوں) کی مذمت کی ہے۔ لہٰذا جہاں امر و نہی صلاح (بناؤ) سے زیادہ فساد (بگاڑ) کی موجب ہو تو یہ وہ چیز ہو گی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس کا ترک ضروری ہو گا۔ خواہ اس سے ایک امر واجب کا ترک اور ایک امر حرام کا ارتکاب کرنا پڑے۔ مومن پر واجب اللہ کے بندوں کے معاملہ میں خدا کا خوف ملحوظ رکھنا ہے نہ کہ ان کو ہر قیمت پر سیدھے راستے پر چلا دینا۔ یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدہ - ۱۰۵)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم اپنی فکر کرو۔ کسی دوسرے کا گمراہ ہونا تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر تم خود راہ راست پر ہو"۔

اھتدا (راہ راست پر ہونا) واجبات کی ادائیگی سے تکمیل پاتا ہے۔ جب تک

ایک مسلمان اور واجبات کی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے سرگرمِ عمل رہتا ہے۔ اُسے گمراہ ہونے والوں کی گمراہی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

خدا و رسول کے اس حکم کی تعمیل کبھی دل سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ (طاقت) سے۔ دل سے تعمیل تو بہرحال واجب ہے۔ کیونکہ اس میں کسی ضرر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ جو شخص اتنا بھی نہ کرے وہ مومن ہی نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ ایمان سب سے ادنیٰ اور سب سے کمزور ایمان ہے۔ جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں رائی بھر بھی ایمان کا وجود نہیں ہوتا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہا گیا زندوں میں سے مُردہ کون ہے ــــ من میت الاحیاء ــــ فرمایا: جو معروف کو معروف اور منکر کو منکر نہ جانے۔ اس مقام پہ دو گروہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔

ایک گروہ سورۂ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت (۱۰۵) کی تاویل کرتے ہوئے امر و نہی کے فریضہ کو ترک کر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی طرح کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خطبہ میں فرمایا ــــ "تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اسے اس جگہ رکھتے ہو جو اس کا صحیح مقام نہیں ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جب لوگ منکر کو دیکھیں اور اُسے نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔"

دوسرا گروہ بغیر سوچے سمجھے، بلا حلم و تحمل اور یہ دیکھے بغیر کہ کس چیز میں مصلحت ہے اور کس چیز میں مصلحت نہیں ہے۔ اور کیا چیز اس کے بس میں نہیں ہے اور کیا چیز اس کے بس میں نہیں ہے۔ بہرحال و بہر صورت اندھا دھند اپنی زبان سے، یا ہاتھ سے امر و نہی پہ اُتر آتا ہے۔ یہ طرزِ عمل حضرت ابو ثعلبہؓ خشنی کی اس حدیث کے منافی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

"ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیتے رہو اور منکر سے روکتے رہو یہاں تک کہ جب دیکھو کہ بخل و حرص کی فرمانروائی ہے، خواہش نفس کی پیروی کی جا رہی ہے، دُنیا کو آخرت پہ ترجیح دی جا رہی ہے، ہر رائے رکھنے والا

اپنی رائے میں مگن ہے، اور جب یہ دیکھو کہ صورتِ حال تمہارے بس سے باہر ہو گئی ہے تو تم اپنی فکر کرو، عوام کی فکر کرنا چھوڑ دو۔ تمہارے آگے ایسا دور آ رہا ہے۔ جس میں صبر کرنا انگارے کو مٹھی میں لینے کے برابر ہو گا۔ اس زمانے میں کام کرنے والوں کو (اور زمانے کے) کام کرنے والے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا۔"

یہ گروہ امر و نہی کرتا ہے اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کر رہا ہے، لیکن در اصل وہ حدود اللہ سے تجاوز کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مثال خوارج، معتزلہ، رافضہ اور دیگر مبتدعین اور ہوا پرست گروہ ہیں جنہوں نے امر و نہی اور جہاد کے معاملہ میں ٹھوکر کھائی۔ اور ان کی مساعی کا نتیجہ بناؤ سے کہیں زیادہ بڑے بگاڑ کی صورت میں رونما ہوا۔ اسی لیے حضورؐ نے حکمرانوں کے ظلم پر صبر کا حکم دیا اور ان سے جنگ کی ممانعت فرمائی جب تک کہ وہ اقامتِ صلوٰۃ کے فریضہ کو انجام دیتے رہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"ان کے حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق کے لیے اللہ سے سوال کرو۔"

(باقی)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں۔

(ادارہ)